رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

دین کی نصرت کیلئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اُسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا (الہام مسیح موعود)

الفضل

چندہ غیر ممالک (۸) سالانہ سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام مسیح موعود)

جلد ۵ | ۱۸ مئی ۱۹۱۸ء | شنبہ | مطابق ۷۔ شعبان ۱۳۳۶ ہجری مقدس | نمبر ۸۹

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق جو روزانہ اطلاع موصول ہوتی ہے اُسے جلی قلم سے لکھوا کر مسجد مبارک کے سامنے لگا دیا جاتا ہے تاکہ سب احباب حضور کے حالات سے باسانی آگاہ ہو سکیں۔ انہیں اطلاعوں کا ضروری خلاصہ اس پرچہ میں شائع کیا گیا ہے۔ لوکل انجمن احمدیہ کے جلسہ سالانہ انتخاب عہدہ داراں میں جناب ماسٹر عبد الرحیم صاحب سکرٹری تجویز ہوئے ہیں۔ جو اپنی مستعدی اور کارگزاری کے باعث ہر طرح اس عہدہ کے قابل ہیں۔ امید ہے لوکل انجمن میں از سر نو جان پڑ جائیگی اور کام باقاعدہ ہونے لگیگا بابو نبی بخش صاحب سب پوسٹماسٹر جن کی وجہ سے احمدیہ پبلک کو نہایت وزنی اور سخت تکالیف پیدا ہو گئی تھیں تبدیل ہو گئے ہیں

اخبار احمدیہ

حضرت خلیفۃ المسیح کی صحت کے متعلق اطلاعیں

آج (۱۶ مئی) تک حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے سفر اور صحت کے متعلق جو اطلاعیں موصول ہوئی ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں۔

۸ مئی ۱۹۱۸ء۔ ۷ مئی کو لاہور سے روانہ ہو کر ۸ مئی کو صبح دہلی پہنچے۔ رستہ میں احباب کو ملاقات کا موقعہ دینے کے باعث سو نہ سکے اس لئے نزلہ کی شکایت ہو گئی مگر خدا کے فضل سے طبیعت اچھی رہی۔ دہلی میں کارونیشن ہوٹل کی سہ منزلہ چھت پر خود چڑھ سکے اور غسل بھی فرمایا۔

۱۰ مئی۔ دہلی سے ۹ مئی کو بی۔ بی۔ اینڈ سی۔ آئی ریلوے میل سے روانہ ہو کر حضرت خیریت کیساتھ بمبئی پہنچے اور نماز جمعہ جماعت کیساتھ ادا فرمائی۔ بمبئی پہنچکر پھر غسل کیا۔ گو متواتر غسل کے باعث ضعف ہو گیا مگر اللہ کے فضل سے جلد ہی طبیعت صاف ہو گئی۔ اور ۱۰ مئی کی شام کو حضرت بمبئی سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر باندرا میں مکان رہائش پر جو ۱۲۰ روپیہ ماہوار کرایہ پر لیا گیا ہے تشریف لائے۔

۱۱ مئی۔ ½۱ میل سے زیادہ پیدل سیر فرمائی۔ اور ۲ گھنٹہ تک احباب سے باہر بیٹھے گفتگو فرماتے رہے۔ طبیعت اچھی ہے۔ طاقت میں نمایاں ترقی ہو رہی ہے۔

۱۲ مئی۔ ۱۱ تاریخ کی شام کو شہر بمبئی میں تفریح کیلئے تشریف لیگئے اور قریباً آدھی رات کے وقت واپس مکان پر پہنچے۔ طبیعت پرسی ...

(باہتمام منشی عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیاں میں چھپا)

شاہ آباد میں تبلیغ احمدیت

۵ اور ۶ مئی کو ہم لوگ شاہ آباد میں رہے۔ مولوی انوار حسین خانصاحب اکیلے احمدی ہیں تاہم جلسہ کا انتظام بہت عمدگی سے کیا گیا۔ ۵ مئی کو شام کے وقت حافظ صاحب نے اور میں نے تقریریں کیں۔ قریباً یکصد حاضرین موجود تھے۔ پہلی تقریر میری قرآن شریف کے اعجاز بیان پر تھی۔ چونکہ یہاں علمی مذاق بہت کم ہے اسلئے نہایت آسان اور عام فہم پیرایہ اختیار کیا گیا۔ قرآن شریف کی مثل لانیکے لئے مخالفین عاجز رہے ہیں۔ ان کے عجز کا ثبوت قرآن شریف سے دیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور حضرت لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم قرآن شریف کو سنکر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ اور باقی کفار نے۔ ساحر اور شاعر اور لا تسمعوا لھذا القراٰن الخ کہکر اپنے عجز کا اظہار کیا۔ اس کے بعد یہ کہا گیا۔ قرآن شریف اپنے بیان میں لاثانی اور دلایل بھی دیتا ہے۔ وید میں اگر ایسی آیت ہوتی لا تسجد واللشمس ولا للقمر واسجد واللہ الذی خلقھن۔ تو ہندوستان میں شرک نہ ہوتا۔ اگر انجیل میں ایسی آیات ہوتیں جیسے قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد و لم یولد ولم یکن لہ کفوا احد تو عیسائی شرک نہ کرتے۔

حافظ صاحب کی تقریر حقیقت اسلام۔ موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کی حالت۔ اور ضرورت مصلح پر تھی۔ اس پر جلسہ برخواست ہوا۔ کیونکہ رات کے دس بج چکے تھے۔ دوسرے دن پھر ۸ بجے لیکچر شروع ہوا۔ میں نے ڈیڑھ گھنٹہ تک وفات مسیح علیہ السلام اور صداقت مسیح موعود علیہ السلام پر تقریر کی۔ اس کے بعد تقاطر شروع ہو گیا۔ اور حافظ صاحب نے مختصر سی تقریر پر جلسہ کو بند کیا۔ خانصاحب اور آپکے صاحبزادہ عبد الستار خاں بڑی خاطر سے پیش آئے۔ اور مدت قیام شاہ آباد میں ہمیں ہر طرح سے آرام رہا۔

شیخ محمد سیال

ثاقب صاحب کیلئے درخواست دعا

خاکسار کے ماموں مولانا محمد نواب خانصاحب ثاقب جنکو اکثر احمدی احباب بحیثیت سلسلہ کے ایک مشہور شاعر اور دیرینہ خادم ہونیکے جانتے ہیں کئی مہینوں سے مبتلائے بخار ہیں۔ میں ان سے محبت رکھنے والے احباب اور تمام اپنے احمدی بزرگوں دوستوں سے نہایت ادب اور الحاح کیساتھ درخواست کرتا ہوں کہ انکی صحت یابی کیلئے درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ثاقب کو صحت کامل عنایت فرمائے آمین خاکسار مہر محمد خاں شہاب احمدی مالیر کوٹلوی اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل

بیرادر میں تبلیغ

شیخ فضل حق صاحب احمدی موضع بیرادر علاقہ ریاست پٹیالہ سے اطلاع دیتے ہیں کہ مولوی عبد الصمد صاحب احمدی مبلغ یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ ۹ مئی کی شب کو آپنے اس موضوع پر تقریر کی کہ ہم احمدی کیوں ہوئے۔ مخالفین مخالفت پر آمادہ ہیں اللہ تعالےٰ انکو راہ راست دکھائے۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری دیہات

درخواست دعا

شیخ عبد اللہ صاحب ساکن موگہ ایک مقدمہ میں مبتلا ہیں اپنی کامیابی کیلئے اور برادر علی احمد صاحب رجاول بلیات ارضی و سماوی سے حفاظت کیلئے درخواست دعا کرتے ہیں۔

نماز جنازہ

برادر محمد یوسف صاحب احمدی پٹیالوی کی اہلیہ منشی غلام محمد صاحب برادر علی محمد صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب جنازہ غائب پڑھیں۔

مکتوب امام

اصلاح نفس کا طریق

قادیان کا کوئی اخبار ضرور منگانا چاہیئے

"حضرت خلیفۃ المسیح کا تازہ خط جو حضور نے ایک ڈپٹی کلکٹر نو مبایع کو لاہور تشریف لیجانے سے ایک روز قبل لکھوایا۔"

مکرمی۔ السلام علیکم۔ آپ کا خط بیعت کا آج ملا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماوے۔ جو روکیں آپنے اسوقت تک بیعت کے رستہ میں بیان فرمائی ہیں۔ درحقیقت وہ ایک غلطی ہے۔ جو اس زمانہ میں بہت لوگوں کو لگی ہوئی ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ مذہب اسوقت اختیار کرنا چاہیئے جب انسان کے اعمال درست ہو جائیں۔ حالانکہ مذہب ہی تو انسان کے اعمال درست کرتا ہے۔ اگر مذہب کے اختیار کرنے کے بغیر ہی انسان کے نفس کی اصلاح ہو سکتی تو پھر تو مذہب کی ضرورت ہی بہت کم رہجاتی ہے۔ اعمال صالحہ صحیح عقائد کا نتیجہ ہیں اور عقائد کی درستی کیلئے ان ذرائع کو استعمال کرے جو انسان کی ترقی کے لئے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں۔ خدا تعالیٰ کیطرف سے جو لوگ مامور ہو کر آتے ہیں انکی حیثیت ایک استاد کی سی ہوتی ہے کہ جس کا کام جاہل کو عالم بنانا اور عالم کو اپنے علم میں کامل کرنا ہوتا ہے۔ جب آپ نے ہر قسم کی رکاوٹوں سے قطع نظر کر کے صداقت کو قبول کیا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ خود آپکی ہدایت اور رہنمائی کریگا۔ ہاں ایک حد تک کوشش انسان کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ ایک بات کو آپ یاد رکھیں۔ اللہ تعالےٰ نے چاہیگا تو اس سے بہت فوائد حاصل ہونگے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جو شاخ تنے سے جدا ہوتی ہے۔ وہ سوکھ جاتی ہے۔ تعلقات کا قائم رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ جہانتک ہو سکے قادیان آنیکی کوشش کریں۔ جب تک نہ آسکیں کبھی کبھی خط لکھتے رہیں۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ آپ کیلئے دعا کرونگا۔ آپ جہانتک ہو سکے اچھی طرح نمازیں باقاعدگی کی کوشش کریں اور اپنے مقدور بھر روزے بھی رکھیں۔ باقی کمزوری تو آہستہ آہستہ ہی دور ہو گی۔ جوں جوں معرفت ترقی کرتی ہے۔ اعمال میں درستی پیدا ہوتی جاتی ہے۔ میری طبیعت آگے سے بہت اچھی ہے چونکہ ڈاکٹروں نے مشورہ دیا ہے۔ کہ اس بیماری کے دفعیہ کے لئے فوراً کسی سمندری ساحل پر چلے جانا چاہیئے۔ اس لئے میں چند یوم کے لئے باہر جاتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے چاہا جلد ہی قادیان واپس آجاؤنگا۔ اگر کوئی خط لکھیں تو بے شک قادیان کے پتہ پر لکھیں پہنچ جایگا۔ سلسلہ کے حالات کی واقفیت کے لئے قادیان کا کوئی اخبار منگوا لیا کریں۔ اس سے تازگی ہوتی ہے۔ وہاں کی جماعت کے لوگوں سے ملتے رہیں۔ انسان کی زندگی کا واقعہ میں کوئی اعتبار نہیں ہوتا بہت ہیں۔ جو آخری وقت اپنے نفس کو بے فائدہ ملامت

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
الفضل
قادیان دارالامان ۸ مئی سنہ ۱۹۱۸ء

اطاعتِ حکام

جس گورنمنٹ کے زیر سایہ انسان بود وباش رکھے اس کے احکام کی اطاعت اور اس کے حکام کی فرمانبرداری ہر وقت ہی دل وجان سے کرنا اس کا فرض ہے۔ لیکن ایسے وقت میں جبکہ گورنمنٹ ایک خطرناک اور ظالم دشمن سے اپنی رعایا کی حفاظت کے لئے برسرپیکار ہو۔ اس فرض کی اہمیت اور بھی بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ لیکن افسوس کہ آج کل جبکہ گورنمنٹ برطانیہ اپنی تمام تر توجہ اور سعی کیساتھ جفاکار جرمن کا مقابلہ کرنے میں مصروف ہے اور ذمہ دار حکام لوگوں کو ہر قسم کی نکتہ چینیوں اور اعتراضوں کو ترک کرکے رکھ دینے اور دشمن کا قلع قمع کرنے کے لئے یک جان ہو کر کوشش کرنیکی تاکید پر تاکید کر رہے ہیں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو بھولی بھالی رعایا کو غلط فہمیوں میں مبتلا کرکے گورنمنٹ کی اس مصروفیت سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ جو کہ نہایت ہی قابل شرم اور درجہ انسانیت سے گری ہوئی بات ہے۔ اسوقت چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ رعایا کو گورنمنٹ کی امداد کرنے کے لئے ہر ایک قسم کی قربانی کرنے پر آمادہ اور تیار کیا جاتا۔ جان اور مال سے مدد دینے کی تحریک کیجاتی۔ اور اتفاق واتحاد کی تعلیم دیجاتی۔ تاکہ موجودہ جنگ جو ایک خطرناک مرحلہ پر پہنچ گئی ہے۔ کامیابی کیساتھ انجام کو پہنچائی جاسکے لیکن برخلاف اس کے وہ لوگ جو اپنے آپ کو ہندوستانیوں کے لیڈر سمجھتے ہیں۔ ایسی باتوں میں مصروف ہیں کہ جنہیں کسی اور موقع اور محل پر اگر مناسب بھی کہا جاسکتا ہو تو موجودہ صورت حالات میں وہ کسی طرح موزوں نہیں ہو سکتیں۔ مثلاً حال ہی میں ضلع کیرا کے دیہات میں مسٹر گاندھی کی زیر ہدایت اور سرگردگی میں وہاں کے کاشتکاروں سے لگان ادا نہ کرنے اور مقاومت مجہول کی تحریک پر عملدرآمد کرنے کے معاہدہ پر جو دستخط کرائے گئے ہیں۔ اور ان سے اس معاہدہ کی پابندی کرنے پر قسمیں لی گئی ہیں۔ اس فعل کو کوئی ایسا شخص ہی ناپسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھیگا۔ جو گورنمنٹ کی موجودہ معروفیت سے آگاہ اور اسکی پیش آمدہ مشکلات سے ہمدردی رکھتا ہو بلکہ ہر ایک امن پسند انسان اس پر اپنی نفرت کا اظہار کریگا۔ کیونکہ اس قسم کی ناروا تحریکوں کا نتیجہ کبھی اچھا نہیں نکلا۔ بلکہ اس طرح رعایا اور راعی کے درمیان ناراضگی اور غصہ کی خلیج اور زیادہ وسیع ہو جاتی ہے جس میں رعایا کے مفاد کو بہت سخت دھکا لگنے کا احتمال ہوتا ہے۔ لیکن بڑی حیرانی کی بات ہے کہ ضلع کیرا کے کاشتکاروں کے اس فعل ناروا کے متعلق ہز ایکسیلنسی حضور وائسرائے ہند کی اس اپیل کا جواب لکھتے ہوئے جس میں اہل ہند کو کہا گیا ہے۔ کہ آپ لوگ اس وقت اپنے ذاتی اختلافات کو دبا ڈالیں۔ مسٹر گاندھی ایک عجیب وغریب فقرہ لکھتے ہیں۔ جو یہ ہے۔ کہ

"کیرا کی آبادی سچائی کے لئے مصیبت برداشت کر رہی ہے۔ اور کہہ رہی ہے کہ گورنمنٹ ایک ایسی گورنمنٹ ہو جو لوگوں کے لئے ہو۔ وہ **باقاعدہ اور مؤدبانہ نافرمانی پر عمل پیرا ہے**۔"

یہاں ہم اس بات سے قطع نظر کرتے ہیں۔ کہ کیرا کی آبادی سچائی کے لئے مصیبت برداشت کر رہی ہے یا اپنی ناسمجھی سے ہدف مصائب ہو رہی ہے۔ کیونکہ ہمارے پیش نظر مسٹر گاندھی کے مذکورہ بالا بیان کے مقابلہ میں وہاں کے کمشنر کے وہ الفاظ بھی ہیں۔ جو انہوں نے تمام کاشتکاروں کو جمع کرکے ان کے حقوق و فرائض کی تشریح کرتے ہوئے کہے تھے۔ کہ تحریک مقاومت مجہول کی تائید تم لوگوں کے لئے خطرناک اور بیوقوفی پر مبنی ہے میں مسٹر گاندھی کی قابلیت کا معترف ہوں لیکن وہ انتظام ملکی سے ناواقف ہیں۔ جن لوگوں نے قسم کھائی ہے۔ ان کو ایسی قسم توڑنے میں جو نامناسب وناموزوں امر کے لئے ہو پس وپیش نہیں کرنا چاہیئے تمہارے راہنما لیکچر دیتے ہیں۔ اور تقریریں کرتے ہیں لیکن صرف یہ سمجھکر کہ وہ ناواقف اور غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ ان سے تعرض نہیں کیا جاتا ہے۔ تم کو اس قسم کے مشوروں سے احتراز کرنا چاہیئے۔ ورنہ تم ان کے نتائج کے ذمہ دار ہوگے۔

ان الفاظ سے جو ایک ذمہ دار حاکم کے منہ سے نکلے ہوئے ہیں۔ ثابت ہوتا ہے کہ کیرا کے لوگ سچائی کے لئے مصیبت برداشت نہیں کر رہے لیکن ہم وہاں کے مقامی حالات سے بذات خود واقف نہ ہونے کی وجہ سے اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے۔ البتہ یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ اگر فرض بھی کر لیا جائے۔ کہ وہاں کے کاشتکاروں کو جو شکایات ہیں۔ وہ واجبی اور صحیح ہیں۔ تو بھی انہوں نے مسٹر گاندھی کی ہدایات کے ماتحت جو "باقاعدہ اور مؤدبانہ نافرمانی پر عمل پیرا" ہونے کا رویہ اختیار کر رکھا ہے وہ جائز اور درست نہیں ہو سکتا۔ اور ہم تو اس بات کے سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ کہ "مؤدبانہ نافرمانی" ہوتی کیا ہے۔ ادب اور نافرمانی دونو باتیں ایک موقعہ پر ہرگز جمع نہیں ہو سکتیں۔ اور نہ آج تک کبھی ہوئی ہیں۔ پھر نہ معلوم مسٹر گاندھی کو کس طرح اس اصطلاح کے ایجاد کرنے کی جرات ہوئی۔ دراصل بات یہ ہے کہ انہوں نے نافرمانی کے ڈراؤنے چہرہ پر "ادب" کی نقاب ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ جو بالکل بے سود اور لاحاصل ہے۔ کیونکہ نافرمانی کی ایسی مکروہ اور ڈراونی شکل ہے۔ جو کسی طرح بھی چھپانے سے نہیں چھپ سکتی۔

ہمیں اس بات کا علم نہیں۔ کہ ہندو مذہب حکام وقت کے مقابلہ میں اس قسم کی اصطلاحات گھڑنے کی کہاں تک اجازت دیتا۔ اور اسطرح کے افعال کرنے کو کس حد تک پسند کرتا ہے۔ البتہ یہ ضرور جانتے ہیں کہ اسلام حکام کو جتنی قدر اور وقعت دیتا ہے۔ اور انکی

اطاعت اور فرمانبرداری کی جس قدر تاکید کرتا ہے۔ اس کے یہ بالکل خلاف ہے۔ اسلئے ہم بڑے دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اسلام اس قسم کی حرکات کو ہرگز جائز اور روا نہیں رکھتا۔ اور نہ اپنے پیرووں کو ان کے کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

اسلام نے حکام کو جو درجہ دیا ہے۔ اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کو جس قدر ضروری رکھا ہے۔ اس کا پتہ اس ارشاد خداوندی سے لگ سکتا ہے۔ جو یہ ہے۔

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول والوالامر منکم

کہ اے مسلمانوں اللہ اور اس کے رسول کی اور جو تم پر حاکم ہو۔ اسکی اطاعت کرو۔ گویا اللہ اور رسول کے بعد جو واجب الاطاعت ہستی ہے۔ وہ اولوالامر یعنی حاکم کی ہے۔ پس جب اسلام حکام کو یہ درجہ دیتا ہے۔ اور مسلمانوں کو خدا اور رسول کے بعد انہیں کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم دیتا ہے۔ تو پھر معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اس قسم کے افعال کو جو مسٹر گاندھی اور ان کے زیر اثر لوگ کر رہے ہیں۔ کس نظر سے دیکھتا ہے۔

ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ لوگ جو مسلمان ہونے کا دعوے رکھتے ہیں وہ گرد و پیش کے مضر اثرات اسلام کے مفید اور نافع احکام کے مقابلہ میں اپنے اوپر نہ پڑنے دینگے۔ اور اس نازک زمانہ میں جس کے خطرات براہ راست ان تک وسعت پذیر ہونے کا احتمال ہے۔ ہر طرح سے گورنمنٹ کی امداد کرنے میں مصروف رہینگے۔ کیونکہ نہ صرف عقلمندی اور شرافت کا یہی تقاضا ہے۔ بلکہ اسلام کا زبردست حکم ہے۔

اس موقعہ پر ہم ان لوگوں سے بھی جو کسی نہ کسی وجہ سے حکام کے لئے پریشانی و تکلیف کا موجب بنتے ہیں۔ گذارش کریں گے کہ وہ موقعہ اور محل کی نزاکت کو دیکھیں۔ اور غور کریں کہ کیا۔ ان لوگوں کو کوئی عقلمند اچھا کہہ سکتا ہے۔ جن کے باپ بھائی۔ بیٹے۔ دوست اور رشتہ دار تو حکام کے ماتحت اپنے ملک اور متعلقین کی خاطر ایک ظالم اور خونخوار دشمن کا قلع قمع کرنے میں مصروف ہوں۔ مگر وہ بجائے ان کو مدد دینے کے گھر میں ہی شور و شر پھیلا کر بے اطمینانی کا موجب بن رہے ہوں۔ اگر نہیں تو پھر انہیں کیا ہو گیا ہے۔ یہ تو ایسا وقت ہے۔ کہ اگر کوئی جائز اور واجبی شکایات بھی ہوں۔ تو ان کو بھی مناسب وقت تک کیلئے تہ کر کے رکھدیا جائے۔ اور اپنی ساری توجہ اور کوشش جنگ کو کامیاب خاتمہ تک پہنچانے میں صرف کر دینی چاہیئے۔ جب دشمن کی طرف سے گورنمنٹ کو اطمینان اور فراغت حاصل ہو جائیگی۔ تو وہ اپنی فرمانبردار اور اطاعت شعار رعایا کی شکایات کو ٹھنڈے دل کیساتھ سنے گی۔ اور ان کے دور کرنے میں ذرا تامل نہ کرے گی۔

امید ہے کہ ہمارے اس مشورہ کو جو خلوص دل سے دیا گیا ہے۔ شرف قبولیت بخشا جائیگا۔

النظر

پولیٹیکل گرگٹ ظفر علیخاں کی حقیقت

غداری خواہ حکام سے ہو۔ یا اپنی قوم سے۔ خواہ دوستوں سے ہو۔ یا اپنے رشتہ داروں سے۔ ایک ناقابل عفو جرم ہے۔ اور اس کا ارتکاب کرنے والا انسان ہرگز اس قابل نہیں۔ کہ اس سے کسی قسم کا تعلق اور واسطہ رکھا جائے۔ آج کل مسلمانوں میں اسلام کو پس پشت ڈال دینے کی وجہ سے جہاں اور کئی ایک خطرناک خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ وہاں بعض لوگوں کی سرشت میں غداری ایسی مذموم صفت بھی داخل ہو گئی ہے۔ جس سے ان بھولے بھالے لوگوں کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ جو ایسے لوگوں کی چرب زبانی کا شکار ہو کر ان کے عقیدت مند ہو جاتے ہیں۔ اور پھر اصل حقیقت سے ناواقف ہونیکی وجہ سے ان کے جال سے نہیں نکل سکتے۔ ایسے لوگوں کو ورطۂ ہلاکت سے محفوظ رکھنا۔ اور نقصان اٹھانے سے بچانا ان اصحاب کا اخلاقی اور مذہبی فرض ہے۔ جو اپنی بالغ نظری کی وجہ سے نقصان رساں لوگوں کی حقیقت سے آگاہ ہو چکے ہوں۔ خوشی کی بات ہے۔ کہ اس فرض کو جناب شیخ ضیاء الحق صاحب سابق ایڈیٹر اخبار پیشوا نے محسوس کیا ہے۔ اور حال میں انہوں نے "پولیٹیکل گرگٹ" کے نام سے "ظفر علی خاں کی حقیقت" ایک کتاب کی صورت میں خاص اہتمام کے ساتھ مرتب کر کے شائع کی ہے۔ جس کا لب لباب انہیں کے الفاظ میں یہ ہے۔ کہ اس کتاب میں "ملکی اخبارات اور ملک کے مستند اہل الرائے کے خیالات جو ظفر علیخاں سابق ایڈیٹر زمیندار کی نمایاں تبدیلی۔ عبرتناک مدارج زندگی بے اصولی انداز طبیعت۔ طرز عمل اور اسکی طامع۔ خود غرض۔ متلون طبیعت کی کارستانیوں۔ خود نمائیوں اخلاقی کمزوریوں۔ سیاسی قلابازیوں اور چھچھورے پن پر لکھے گئے ہیں۔ باضافہ ایک دیباچہ اور جامع مانع تمہید کے جمع کر دیئے گئے ہیں۔"

اس کتاب کے مطالعہ سے جناب ظفر علیخانصاحب کی زندگی کا عبرتناک نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ اور معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ وہ انسان جو عجب و غرور کا پتلا۔ خود پسندی و خود آرائی کا بندہ۔ نخوت و تکبر کا کیڑا بنکر اوروں کو ڈستا ہے۔ وہ خود کس طرح مکافات عمل کے اصل کے مطابق ذلت اور بدبختی کے شکنجہ میں کسا جا سکتا ہے۔ ہمارے خیال میں جناب شیخ ضیاء الحق صاحب نے یہ کتاب شائع کر کے جہاں "مخصوص قوم فروش۔ شہرت کے غلام اور خود نما لیڈروں" کے لئے کافی سے بڑھ کر سامان عبرت مہیا کر دیا ہے۔ وہاں تمام اہل ہند پر عموماً اور اہل اسلام پر خصوصاً بہت بڑا احسان کیا ہے۔ کہ ان کے ہاتھ میں وہ پیمانہ دے دیا ہے۔ جس سے جناب ظفر علیخاں صاحب کو بہت عمدگی کیساتھ ماپا جا سکتا ہے۔ اور وہ کسوٹی عطا کر دی

524

ہے۔ جس پر انہیں نہایت صفائی کیساتھ پرکھا جاسکتا ہے۔ پس ان اصحاب کو جو جناب ظفر علی خانصاحب کے حالات سے کسی قسم کی دلچسپی رکھتے ہوں۔ اور انکی اصل حقیقت سے آگاہ ہونا چاہتے ہوں ہم بڑے زور کیساتھ مشورہ دیتے ہیں۔ کہ وہ "پولیٹیکل گرگٹ" کا ضرور ہی مطالعہ کریں۔ اور اپنے دوستوں کو کرائیں۔ چونکہ آجکل جناب ظفر علیخانصاحب حیدر آباد دکن میں بوجہ ملازمت اقامت گزیں ہیں۔ اور وہاں کے کئی اصحاب سے میل و ملاقات کی طرح ڈالینگے۔

اسلئے اس کتاب کا حیدر آباد کے معززین تک پہنچانا نہایت ضروری ہے۔ تاکہ وہ جناب ظفر علیخانصاحب کو منہ لگانے سے پہلے انکی حقیقت سے آگاہ ہو جائیں۔

کتاب لکھائی چھپائی کے لحاظ سے دیدہ فریب ہے۔ کاغذ اس گرانی کے زمانہ میں نہایت عمدہ سفید لگایا گیا ہے۔ ۲۰×۲۶ کے ۳۰ صفحہ پر ختم ہوئی۔ قیمت ۱۲ جو اخراجات کے مقابلہ میں واجبی ہے۔ ملنے کا پتہ

شیخ ضیاء الحق صاحب سابق ایڈیٹر اخبار پیشوا۔ ہاپوڑ۔ یو۔ پی۔

صبح زندگی

جناب راشد الخیری صاحب کو چونکہ زنانہ طرز تحریر کا خاص ملکہ حاصل ہے۔ اس لئے اسوقت تک مستورات کے متعلق آپ کی کئی ایک تصانیف کافی طور پر شرف قبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ جن میں ایک صبح زندگی بھی ہے۔ جسے پہلی دفعہ مخزن پریس نے شائع کیا تھا۔ اور عرصہ سے نایاب تھی اب جبکہ اسکا دوسرا حصہ "شام زندگی" ملا محمد الواحدی صاحب دہلوی نے لکھوا کر شائع کیا جس کی خاص طور پر قدر دانی ہوئی۔ تو ساتھ ہی صبح زندگی کی مانگ بھی شروع ہو گئی جسے ملا صاحب موصوف نے پورا کر دیا ہے۔

صبح زندگی کو ہم نے پڑھا ہے اور مستورات سے پڑھوایا ہے جنہوں نے اسے پسند کیا ہے۔ ہماری رائے میں یہ کتاب لڑکیوں کی ابتدائی تعلیم و تربیت۔ غور و پرداخت کرنے اور ان کو سلیقہ و ہنر سکھلانے کا ایک بہت عمدہ اور دلچسپ کورس ہے۔ جس میں بہت سی مفید اور کار آمد باتیں نہایت عمدگی کے ساتھ عام فہم الفاظ اور زنانہ محاورات میں بیان کیگئی ہیں۔ قابل مصنف نے قریباً ان تمام امور پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی ہے جنکا ایک سلیقہ شعار اور قابل خاتون کی ذات میں پایا جانا ضروری ہے۔ ان خوبیوں کی بنا پر ہم سفارش کرتے ہیں کہ ہماری مستورات خود اس کتاب کو پڑھیں اور اپنی لڑکیوں کو پڑھائیں۔ کتاب دلچسپ ہونے کے ساتھ ہی ہنر آموزی کا کام بھی دیگی۔

لکھائی چھپائی قابل تعریف ہے۔ اور ۱۸×۲۲ اٹھ پیجی کے ۱۰۰ صفحات کی قیمت علاوہ محصولڈاک ۸/ ہے۔ ملنے کا پتہ:۔

منیجر اخبار خطیب کوچہ چیلاں۔ دہلی۔

رسالہ احمدی کا دوبارہ اجراء

جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق کے ارادہ اور سعی کو اللہ تعالیٰ بار آور کرے۔ کہ آپ نے رسالہ احمدی کے دوبارہ اجراء کا اعلان کیا ہے۔ جناب میر صاحب جب دہلی میں تھے۔ تو آپ نے رسالہ احمدی جاری کرکے مولوی ثناء اللہ صاحب کے پھیلائے ہوئے گند کا خوب قلع قمع کیا تھا اور انہیں ہوش آ گئے تھے لیکن افسوس کہ بعد میں بعض مجبوریوں کے باعث رسالہ جاری نہ رہ سکا۔ اب چونکہ مونگیری مولوی کے فتنہ نے بہت سر اٹھایا ہے۔ اور وہ شب و روز آفتاب صداقت اور مہتاب رسالت پر خاک ڈالنے میں مصروف ہے اس لئے احمدی کے اجراء کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ جو اس کا تعاقب کرے افتراء پردازیوں۔ دھوکہ دہیوں۔ غلط بیانیوں کو طشت از بام کرے۔ امید ہے کہ سلسلہ کے مخلص ہر طرح سے کوشش کرینگے۔ کہ یہ رسالہ جلد سے جلد جاری ہو سکے۔ قیمت ۲/ سالانہ ہوگی۔ میر صاحب کا ارادہ ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ پانسو درخواستیں آ جانے پر رسالہ جاری کر دیا جائے۔ یہ بہت تھوڑی تعداد ہے۔ جسکا پورا کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ احباب فوراً توجہ فرماویں۔ مسالہ کا قیمت اسوقت نہ کہا روپیہ وصول نہ کیجائیگی۔ جب تک کہ رسالہ جاری نہ ہو جائے۔ اس لئے فی الحال صرف خریداری کی درخواست بھیجدینا ہی کافی ہے۔

مضمون بلا حوالہ نقل کرنا

کسی اخبار سے مضمون مفید اور فائدہ رساں سمجھکر نقل کرنا۔ ایک اچھی بات ہے۔ کیونکہ ایسے مضمون کو جہانتک ہو سکے پھیلانا چاہیئے۔ لیکن جس اخبار یا رسالہ کا وہ مضمون ہو۔ اس کا حوالہ نہ دینا۔ حد درجہ کی تنگ ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے سرقہ کا ارتکاب کرنا ہے۔ لیکن افسوس باوجود اس بات کے جاننے کے بعض اخبار نویس دوسرے اخبارات سے بلا حوالہ مضمون نقل کر کے اپنے اخبار کی زینت بڑھانا اپنے بائیں ہاتھ کا کھیل سمجھتے ہیں۔ اگرچہ ایسے اصحاب کا ذکر خیر وقتاً فوقتاً اخبارات میں ہوتا رہتا ہے۔ اور بعض اوقات نہایت ندامت کے ساتھ انہیں اپنے قصور کا اعتراف بھی کرنا پڑتا ہے۔ تاہم آئے دن اس قسم کی شکایات پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ اور آج ہم بھی ایک ایسی ہی شکایت کو زبان قلم پر لانے والے ہیں۔ الفضل جلدہ ۵ نمبر ۴ مورخہ ۱۴۔ جولائی ۱۹۱۷ء میں ایک مضمون بعنوان "خیر البشر کے ۲۴ گھنٹے" شائع ہوا تھا۔ جو حال ہی میں "الفضل" کی بجائے رسالہ "طریقت" کے حوالہ سے مختلف اخبارات میں نقل ہو رہا ہے۔ جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ اخبار کشمیری میگزین کے تبادلہ میں الفضل جاتا ہے۔ اور کشمیری میگزین و طریقت کے مالک اور ایڈیٹر ایک ہی صاحب ہیں جنہوں نے الفضل کا حوالہ دیئے بغیر اپنے رسالہ میں اس مضمون کو درج کر دیا۔ جسے انکے رسالہ کا مضمون سمجھکر دوسرے اخبارات نے انہی کے حوالہ سے شائع کر دیا۔ اس لحاظ سے دراصل تو ہمیں ایڈیٹر صاحب کشمیری میگزین سے شکایت ہے۔ لیکن ایڈیٹر صاحب اخبار وطن پر بھی رفع شکایت کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جنہوں نے اس مضمون کو ۱۰ اپریل کے اخبار میں نقل کرتے ہوئے طریقت کا ہی حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ ان کے ہاں الفضل جاتا ہے جس میں انہوں نے اس مضمون کو پڑھا ہوگا۔ ہم اپنے معاصرین سے عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے کسی مضمون کو اپنے اخبار میں نقل کیا کریں۔ تو جہاں انتظار مضمون نقل کرتے ہیں۔ وہاں الفضل کا حوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خطبہ جمعہ

بعثت نبی خدا کا فضل ہے

از مولنا سید محمد سرور شاہ صاحب

فرمودہ ۱۰۔ مئی ۱۹۱۸ء

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولًا من انفسھم یتلوا علیھم آیٰتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتٰب والحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین (۳ - ۱۵۸)

خدا کے احسانات

خدا تعالیٰ رب العٰلمین ہے ہر چیز پر اس کے بہت بڑے احسان ہیں۔ لیکن انسان پر سب مخلوقات سے بڑھکر احسان یہ ہے۔ کہ خدا کے رسول انہیں آتے ہیں۔ اور انہیں میں سے آتے ہیں۔

پہلے تو سب نسل انسانی پر خدا کا یہ فضل ہے کہ وہ رسول بھیجکر اپنی ذات وصفات اور معرفت کا پتہ دیتا ہے۔ اور اس طریق کا پتہ دیتا ہے جس پر چل کر انسان نجات حاصل کر سکتا۔ اور ہلاکت سے بچ سکتا ہے۔ اور خصوصیت سے اس قوم پر خدا کا بڑا فضل ہوتا ہے جس میں وہ رسول آتا ہے۔

نبی کی بعثت خدا کا بڑا فضل ہوتا ہے

اسی فضل کو اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں بیان کیا ہے۔ فرماتا ہے۔ لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولًا من انفسھم۔ کہ مومنوں پر خدا نے بڑا ہی فضل اور احسان کیا۔ کہ ان میں ایک رسول مبعوث فرمایا۔ یہ واقعہ میں بہت بڑا احسان ہوتا ہے کہ خدا کسی قوم کو نبی کا وقت نصیب کرے۔

تمام انبیا نے آنحضرت کی پیشگوئی کی

میں نے بہت دفعہ غور کیا۔ مگر کوئی عمل ایسا نظر نہیں آیا۔ جس کے بدلے میں نبی آتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پہلے تمام انبیاء نے دی ہے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے بھی حضور کی خبر دی ہے۔ میں ان کا نام اس لئے لیتا ہوں کہ ان کا زمانہ قریب تر ہونیکی وجہ سے انکی باتیں پہلوں کی نسبت زیادہ ہم تک پہنچی ہیں۔ حضرت موسےٰ کے بعد پے درپے ان کی قوم میں نبی آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر دیتے رہے۔ ان پیشگوئیوں سے پتہ لگتا ہے۔ کہ حضور کا کتنا بڑا درجہ اور رتبہ ہے۔ اس عظمت اور بزرگی کو دیکھکر جو ان پیشگوئیوں میں حضور کی بیان کیگئی تھی۔ بنی اسرائیل کو شوق تھا۔ کہ آپ کو دیکھیں کتب سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پانے کے لئے اس کوشش میں رہتے تھے۔ کہ کوئی ذریعہ ہاتھ آئے جس سے انکی عمر بڑھ جائے۔ وہ اس مقصد کے لئے دعائیں بھی کرتے تھے۔ پھر انہوں نے پیشگوئیوں کی بنا پر آنحضرت کے ہجرت کے علاقہ کو معلوم کیا۔ اور بہت سے بنی اسرائیل کے گھرانے اس شوق اور عقیدہ میں کہ اگر ہم اس نبی کے زمانہ کو نہ پا سکے تو ہماری اولاد ہی کو یہ نعمت نصیب ہو جائے گی عرب میں مدینہ کے ارد گرد آباد ہو گئے۔ وہ لوگ موحد تھے۔ اور خدا کی کتاب پر عمل کرنیوالے تھے پر دیکھو جنکو یہ نعمت ملنا تھی۔ انہی کو ملی۔ ان بنی اسرائیل کو نہیں ملی۔

مسیح موعود کیلئے پیشگوئیاں

اسی طرح اپنے زمانہ کو دیکھو ہم سے پہلے صوفیوں کی کتب کا مطالعہ کرو۔ تمہیں معلوم ہوگا کہ ان بزرگوں کو مسیح موعود اور مہدی معہود سے ملنے کا کس قدر شوق تھا۔ انہوں نے اس شوق اور ذوق میں مناجاتیں اور قصیدے لکھے اور ہمیشہ ملنے کی آرزو میں ہی رہے۔ ان کے عمل صالح اور حالتیں مستقیم تھیں۔ غرض وہ بڑے لوگ تھے مگر خدا نے اس قوم کی زندگی میں اس اپنے مسیح اور مہدی کو مبعوث فرمایا۔ اگر ہم اپنی حالت اور اپنے عملوں پر غور کریں تو ہمیں صاف نظر آئیگا۔ کہ یہ نعمت اور احسان ہمارے عملوں کے نتیجہ میں نہیں ہے اس آیت میں صحابہ کا ذکر ہے۔ اور خدا فرماتا ہے کہ تم میں نبی مبعوث کر کے ہم نے تم پر احسان کیا ہے۔ اب غور کیا جائے۔ تو صحابہ کا کوئی عمل ایسا نظر نہیں آتا جس کے بدلہ میں خدا نے نبی کریم جیسی نعمت کا احسان ان پر فرمایا۔ قابلیت جو اندرونی چیز ہے۔ اس سے یہاں بحث نہیں۔ یہاں تو ظاہری اعمال کا ذکر ہے۔ اسی طرح اگر ہم اپنے حالات پر غور کریں۔ تو یہ زمانہ جو خدا نے ہمیں عنایت فرمایا ہے۔ ہمارے کسی عمل کا نتیجہ نہیں۔ ایک انعامات تو اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ایک پہلو درست ہوگیا اور دوسرا نادرست مثلاً کسی شخص کا گذارہ تنگ ہو اس کو فراخی نصیب ہوگئی۔ مگر نیکی و تقویٰ جاتا رہا۔ یا علم تو ہو۔ مگر تنگدستی کیوجہ سے بعض برے طریقوں کو اختیار کرے۔ مگر ان سب فضلوں سے بڑھکر فضل ہے۔ کہ خدا کا نبی اور رسول کسی قوم میں مبعوث ہوتا ہے۔

جتنی بڑی نعمت ہو اتنا ہی شکریہ چاہیئے

پس آپکو معلوم ہونا چاہیئے کہ نبی اور رسول کی بعثت خدا کا فضل ہوتا ہے اور یہ آپ کو معلوم ہے۔ کہ جتنی بڑی نعمت ہو۔ اتنا ہی بڑا اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ بنی اسرائیل پر بڑا فضل ہوا اور خدا تعالےٰ اسکو بار بار یاد دلاتا ہے۔ اور وہ فضل یہی تھا۔ کہ ان میں نبی اور رسول مبعوث فرمائے۔ پس جتنی بڑی نعمت ہو اتنا ہی بڑا شکریہ ہونا چاہیئے۔

نبی کے صحابہ آئندہ نسلوں کے لئے نمونہ ہوتے ہیں

آپ جانتے ہیں نبی کے وقت کے لوگ اسی نعمت کی وجہ سے پچھلوں کے لئے نمونہ ہوتے ہیں

جس طرح نبی ان کے لئے استاد اور باپ کی طرح ہوتا ہے - اسی طرح نبی کا زمانہ پانیوالے پچھلوں کے لئے معلم اور باپ کی حیثیت رکھتے ہیں - اگر ہم لوگ شکریہ ادا نہ کریں - اور شکریہ ادا کرنا یہ ہے کہ انکے حقوق ادا نہ کریں - تو ہم نے وہ کام نہ کیا جو ہمپر فرض تھا -

اس حیثیت سے کہ یہ لوگ رسول کے قایمقام ہوتے ہیں - ان میں جسقدر بھی کمزوری ہو وہ آئندہ بڑھتی جاتی ہے - اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ قوم کی حالت آئندہ خوبی میں ترقی نہیں کیا کرتی - بلکہ کمزوری میں بڑھتی ہے - کسی ملک میں جب غیر ملک سے کوئی درخت لایا جائے تو وہ ابتدا تو اچھے پھل پھول دیتا ہے لیکن جب اس نئے ملک کی خوبو اس میں اثر کرتی ہے - تو اس کے پھل پھول میں بھی فرق آتا جاتا ہے - انبیاء ایک روحانی بیج لاتے ہیں - وہ ترقی کرنا شروع کرتا ہے اگر پہلی نسل میں ذرا بھی کمی ہو تو آئندہ بہت بڑھ جاتی ہے - ہماری اولاد اگر ہم میں کمی دیکھیگی - تو اس کمی کے علاوہ خود اس میں بھی کچھ کمیاں ہونگی - جنکے باعث جس طرح وہ سلسلہ بڑھتا چلیگا - کمیاں اور کمزوریاں بھی بڑھتی جائینگی -

ہمیں اپنی نسلوں کی فکر کرنی چاہیئے

ہمیں اپنی جان کی ہی ضرورت نہیں بلکہ اپنی آئندہ نسلوں اور اولاد کی حالت کی بھی فکر ہے ہماری اولاد ہم میں جو احمدیت کی باتیں دیکھیگی انہیں کو پکڑیگی لیکن اگر خود ہم میں ہی وہ خصوصیات پورے طور پر نہ ہوئیں تو پھر وہ ہم سے کیا سیکھینگے - پس اس بات کو مد نظر رکھکر اپنی جان کے سوا اپنی اولاد کی بھی فکر رکھنی چاہیئے -

حضرت مسیح موعود کی شان

ہمپر بھی یہ خدا کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہم میں ایک رسول بھیجا - وہ ایسا رسول نہیں تھا - جیسا کہ پیغامی کہتے ہیں - ایک پیغامی سے بحث ہو رہی تھی - جب وہ حضرت صاحب کے حوالوں کی بنا پر بند ہو گیا - تو اس نے کہا کہ نبی تو تھے - پر یونہی کے نبی تھے - اسی طرح ایک مولوی جسکو میں بہت اچھا سمجھتا تھا - میر محمد اسحاق صاحب سے بحث کر رہے تھے - جب وہ بند ہو گئے - تو ان کے لڑکے نے کہا کہ میر صاحب نے بھی تو آپ کو یہی حوالے دیئے تھے تب آپ نے نہ مانا - اور اب مان لیا - کہ مسیح موعود نبی تھے - تو اس نے کہا "مرزا صاحب نام کے نبی تھے - کام کے نہیں تھے - میں نے نام کے مانے ہیں" - تو ہم ایسا نبی حضرت مرزا صاحب کو نہیں سمجھتے - وہ بہت بڑے نبی تھے - ہمارا اعتقاد ہے - کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو پہچانتے تھے - اس لئے حضرت مسیح موعود کی آمد کو آنحضرت کی آمد قرار دیا ہے - تاکہ حضرت مسیح موعود کی شان کا لوگوں کو علم ہو جائے - اور حضور کے الہامات میں فرمایا - انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی خدا کو اپنی توحید جتنی پیاری ہے کوئی چیز نہیں چنانچہ فرماتا ہے - کہ اور گناہ تو بخش دیئے جائینگے مگر شرک نہیں بخشا جائیگا - مگر حضرت مسیح موعود کی وہ شان ہے - کہ فرماتا ہے - انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی یعنی حضرت مسیح موعود اللہ تعالیٰ کو اسی قدر پیارے ہیں جسقدر اسکو اپنی توحید غرض اتنا عظیم الشان رسول آیا - اور ہمیں اسکی صحبت نصیب ہوئی - پہلے انبیاء کی جو کتابیں لکھی جاتی تھیں - وہ وہ ہوتی تھیں - جو خدا کی وحی ہوتی تھی - باقی باتیں صدیوں تک سینوں میں ہی چلی جاتی تھیں - اور آخر کئی صدیاں گزرنے کے بعد کوئی شخص ان کو جمع کر دیتا تھا - اور وہ بھی سوانحعمری کے طور پر لکھ دیتے تھے - حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بھی جو شریعت کو محتوی تھیں ان کے جمع کرنے کا خیال بہت عرصہ گزرنے کے بعد پیدا ہوا - مگر اللہ تعالیٰ کے منشاء کے ماتحت حضرت مسیح موعود نے ضعف کو مد نظر رکھکر کتابیں اپنے ہاتھ سے تصنیف کر کے شائع کیں - پھر وہ باتیں جو کتابوں کے علاوہ ہوتی تھیں - خدا نے ایسے آدمی پیدا کر دیئے - جنھوں نے انکو اسی وقت سنکر لکھا - اور اخباروں کے ذریعہ شائع کر دیا - باوجود اس کے ہماری کیا ہی بدقسمتی ہوگی اگر اب بھی ہم میں کمزوریاں ہوں -

اللہ تعالےٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے - اگر تم اس رسول کی مدد نہیں کروگے تو اللہ یات بخلق جدید ایک نئی قوم کھڑی کر دیگا - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ جب ایک قوم کو دیکھتا ہے کہ وہ نبی کے مقاصد کی پیروی نہیں کرتی تو دوسری قوم کھڑی کر دیتا ہے - پس ہمیں ان باتوں سے بچنا چاہیئے - جن کے باعث خدا تعالیٰ کی ناراضگی پڑے ہے -

اپنے نفس کا محاسبہ کرو

اس کے لئے ضروری ہے محاسبہ - آتا ہی حاسبوا قبل ان تحاسبوا - انسان اپنی کمزوریوں کو خوب جانتا ہے - پس ہر ایک انسان کو کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ اپنا محاسبہ آپ کرے - اور اپنی کمزوریوں کو دور کرے جو شخص اپنی کمزوریوں کو دور کرنا چاہے - خدا اسکی خود مدد کرتا ہے - اور کمزوریوں سے درگذر بھی فرماتا ہے -

ہماری ذمہ واریاں

ہماری ذمہ واریاں بڑی ہیں - اگر ہم نفس کا کہنا مانکر کچھ عرصہ کے لئے کوئی آرام بھی پالیں تو وہ اس دکھ کے مقابلہ میں کچھ بھی چیز نہیں جو خدا کی نافرمانی کی صورت میں ہمیں ملیگا - ہمیں بہت احتیاط کی ضرورت ہے ہم لوگ خیال کر لیا کرتے ہیں کہ ہم میں کوئی غلطی نہیں حضرت خلیفۃ اول فرمایا کرتے تھے - کہ میں جب عورتوں کو نصیحت کرتا ہوں - تو وہ کہتی ہیں ہم میں کوئی نقص بتاؤ - یہ بہت بڑی غلطی ہے - کہ اپنی غلطیوں کو نہ دیکھا جائے - ہمیں اپنے نفس پر خود غور کرنا چاہیئے - اس کے بعد جو جو غلطیاں اور کمزوریاں نظر آئیں - انکی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے -

اللہ تعالےٰ ہم کو توفیق دے کہ ہم اپنی ذمہ واریوں کو سمجھیں اور بعد میں آنے والوں کے لئے اچھے استاد اور اچھا نمونہ ہوں -

خدا تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے -

آمین

ہنگامۂ یورپ

ہفتہ وار برطانوی جنگی تبصرہ

ایک اعلیٰ برطانوی فوجی حاکم نے جنگی پوزیشن پر حسب ذیل اظہار خیالات کیا ہے۔ ۸ مئی کو تین جرمن ڈویژنوں نے لاکلائٹ اور ورمیزلی کے درمیان حملہ کیا تھا جس سے محض لوکل غرض وابستہ تھی۔ تاکہ دشمن ٹیلے پر قابض ہو جائے۔ لیکن دشمن کی یہ غرض پوری نہیں ہوئی۔ گذشتہ ہفتہ میں دشمن نے متعدد تازہ دم ڈویژن فلینڈرس اور سومی کے جنگی محاذوں پر استعمال کئے۔ جو نہائت ہی مناسب ہے۔ کیونکہ دشمن اپنے ڈویژن نہائت سرعت سے استعمال کر رہا ہے۔ یہ یقینی تھا کہ دشمن فلینڈرس کی بلندیوں پر حملہ جاری رکھیگا سومی کے جنوب میں دشمن کا حملہ ناکام رہا۔ اور غالباً اب دشمن سومی اور لوک کے درمیان بلندیوں پر دوبارہ قبضہ کر لینے کی کوشش کرے گا۔ جرمنوں کی حملہ سپاہ محفوظ سومی کے محاذ جنگ کے عقب میں ہے۔ اور خیال کیا جاتا ہے کہ دشمن اس جانب خاص کوشش کریگا۔ یہ جنگ فیصلہ کن طریقہ سے اسیوقت ختم ہو سکتی ہے۔ جب ایک جانب یا دوسری طرف کی سپاہ محفوظ تھک جائے یا کسی جانب کی محفوظ سپاہ کا خاتمہ ہو جائے۔ کرکک پر قبضہ کے متعلق سرکاری طور سے اعلان ہوا ہے کہ فرات سے ایک دستہ فوج نے آگے بڑھکر سامان حرب کے کثیر ذخائر پر قبضہ کر لیا۔ اگر طوفان ۲۴ گھنٹے تک ہماری پیشقدمی کو نہ روک دیتا۔ تو ہم بہت سے قیدی گرفتار کرتے۔ باربرداری کے سامان لیجانے میں بہت دقتیں تھیں لیکن ہماری کارروائیوں کے متعلق ان نقصانات کو پیش نظر رکھکر فیصلہ کرنا چاہیئے۔ جو ہم نے ترکوں کو پہنچائے ہیں۔ یہ کارروائیاں نہایت ہی اہم ثابت ہوئیں۔ اور اسکا نہایت ہی خوشگوار نتیجہ ایرانی سرحدی قبائل پر ہوا۔ جو کثیر تعداد میں ہمارے شریک ہوئے اور اب ترکوں کے خلاف کارروائیاں کر رہے ہیں۔ اسکے علاوہ ایران سے باوجود پر زور وعدوں کے ترکوں کی جو اسکیم ایران پر حملہ کرنے کی ہے اسپر بہت ہی اہم اثر پڑے گا۔ ہماری پیشقدمی سے ترکوں کے داہنے بازو پر دباؤ پڑتا ہے۔ اور سر دست دشمن ایران میں داخل نہ ہو سکیگا۔ فلسطین کے متعلق سرکاری اعلان مظہر ہے۔ کہ السالت پر قبضہ ہو جانے کے بعد ہمارے رسالے نے السالت گوریبنا کی سڑک پر بدیں غرض قبضہ کرنے کی کوشش کی کہ دشمن پر عقب سے حملہ کرے۔ لیکن بدقسمتی سے ترکوں کو اس کا موقع ملگیا کہ وہ کثیر امدادی سپاہ لے آئے۔ اور السالت پر جو دستہ فوج تھا۔ اسپر حملہ کیا۔ یہ حملہ دشمن کے کثیر نقصانات کے ساتھ پسپا کر دیا گیا۔ لیکن ترکوں کی اور سپاہ میں یردان کے مغرب سے اضافہ ہوتا گیا۔ جنرل ایلنبائی نے اس کا فیصلہ کر لیا کہ اس کامیابی پر قناعت کرنا چاہیئے۔ اس جدوجہد میں ۹۴۱ قیدی اور ۲۹ کلدار توپیں ہمارے ہاتھ آئیں جنرل ایلنبائی کا واپس ہونیکا فیصلہ اس بنا پر نہیں تھا اور نہ ۹ توپوں کے نقصان کے باعث تھا۔ توپوں کے نقصان سے کسی قسم کی کارروائی پر کچھ اثر نہیں پڑا واپسی کی وجہ محض التوا جو خرابی موسم کے باعث ہوئی جہاں یردان کے مشرق میں دشمن سے مقابلہ کرنا پڑا اور دشمن کو یہ موقعہ ملگیا کہ وہ مغرب سے امدادی سپاہ لا سکے۔

غنیم کا سخت حملہ ناکام رہا

لنڈن ۱۱ - مئی آج رات کا فرانسیسی کمیونک مظہر ہے کہ توپخانہ کی سخت تیاریوں کے بعد آج صبح کو جرمنوں نے حملہ آور سپاہ کو لیکر میلی تینویل کے جنوب مغرب میں گآن جھاڑوں پر حملہ کیا ان جھاڑوں کے شمالی حصہ میں کہر کی آڑ میں انہوں نے کچھ زمین حاصل کر لی۔ لیکن ایک شاندار جوابی حملہ میں نکال باہر کئے گئے۔ اپنی لائن بالکل درست کر لی۔ جرمنوں کا سخت نقصان ہوا۔ اور سو بلا زخم کے قیدی۔ ۱۵ کلدار توپیں اور کچھ سامان حرب ہمارے لئے چھوڑ بھاگے۔

فرانسیسی لائین میں خفیف ترقی

:- لنڈن ۱۱ مئی - ایک برطانوی کمیونک مظہر ہے کہ فرانسیسیوں نے لوکرے کے شمال مشرق میں اپنی لائن خفیف سی بڑھا لی۔ اور کئی قیدی گرفتار کئے۔ ہمنے روبل کے مغرب میں کامیاب تاختیں کیں۔ اور کئی قیدی اور ایک کلدار توپ لیکر واپس آئے۔ آلبیرا کے شمال میں ہماری آتشباری نے دشمن کے حملہ کی کوشش کو رو کر دیا۔

توپ خانہ کا سخت مقابلہ

لنڈن ۱۱ - مئی ایک فرانسیسی کمیونک مظہر ہے کہ گریونے اور ہیلے رینول کے علاقہ میں رات بھر توپخانہ کا سخت مقابلہ رہا۔ ہم نے گریونے کے شمال میں ایک تاخت کی۔ اور ۱۵ قیدی گرفتار کر لائے اور ویلرس کے شمال مغرب میں بوائے دی ہاربول کے خلاف چھوٹی چھوٹی جنگی کارروائیاں ہوئیں ہمیں خاصہ رقبہ زمین اور ۲۹ قیدی اور کئی کلدار توپیں ملگئیں دشمن کا ایک جوابی حملہ بالکل ناکام رہا۔ ہمارے دستوں نے مانٹ ڈیدیر کے جنوب مشرق اور ہینیس کورٹ کے شمال مشرق اور وودر میں بھی غنیم کی لائنوں میں تاختیں کیں۔ چند قیدی ہمارے ہاتھ آئے۔

غنیم کی تاخت مسترد

لنڈن ۱۱ - مئی سر ڈگلس ہیگ کا آج کی شب والا کمیونک مظہر ہے۔ کہ ہمنے نیویل و تاسی کے جوار میں ایک تاخت مسترد کی۔

راسٹاف پر جرمنوں کا قبضہ

لنڈن ۹ - مئی ایک جرمن سرکاری لاسلکی پیام مظہر ہے کہ ہم دریائے فان کے دہانہ تک پہنچ گئے۔ اور رسٹاف پر قبضہ کر لیا۔

روس اور اوکرین

لنڈن ۱۴ - مئی ماسکو سے آنیوالا تار مظہر ہے کہ جرمنی نے خارجیہ کمشنران کو مطلع کیا ہے۔ کہ اسحالت میں جبکہ اوکرین کی گورنمنٹ بدل دی گئی ہے تو اوکرین کی جانب سے جو صلح کے ڈیلیگیٹس ہیں۔ ان کو دوبارہ مرتب کرنا چاہیئے۔ اور گفتگوئے صلح بجائے کرسک کے خیف میں ہو گی *

درس قرآن کریم کے نوٹ

از افاضات سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ

(مرتبہ غلام نبی بلانوی)

سورہ یوسف

بقیہ نواں رکوع

(۱۴ جنوری ۱۹۱۸ء)

جس کے بوجھ سے تمہاری چیز نکلے وہی اس کی وجہ سے رکھ لیا جائے۔ فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ۝ چونکہ حضرت یوسف کو ان کے ملازموں نے اپنے بھائی کی خاص طور پر خاطر کرتے دیکھا تھا۔ اس لیے اُنھوں نے پہلے لحاظ سے ان کے اسباب کو نہ دیکھا۔ اور دوسروں کے اسباب کو دیکھا لیکن جب ان سے نہ ملا تو آخر اس کو دیکھا۔ اور وہاں سے مل گیا۔

اس واقعہ کے متعلق مفسرین نے بہت کچھ لکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں حضرت یوسف نے جان بوجھ کر برتن رکھ دیا تھا۔ اور پھر اعلان کرا دیا تھا۔ نیز اُنھوں نے جان کر پہلے دوسرے بھائیوں کی تلاشی کرائی۔ اور آخر پر اپنے بھائی کے اسباب سے نکال لیا۔ اور اس طرح اس کو رکھ لیا۔ لیکن اول تو یہ ایک فریب ہے جو نبی کی شان کے ہرگز شایاں نہیں ہے۔ دوسرے خدا کہتا ہے کذالک کدنا لیوسف کہ ہم نے یہ تدبیر یوسف کے لئے کی۔ اب اگر حضرت یوسف نے فریب سے ایسا کیا تھا۔ تو گویا نعوذ باللہ ان کا یہ فریب خدا کو ایسا پسند آیا کہ کہہ دیا۔ یوسف نے کب کیا تھا۔ وہ تو میں نے کیا تھا۔ تو یہ بات ہی غلط ہے۔ پہلے تو فریب کا حضرت یوسف کی طرف منسوب کرنا ہی غلطی ہے۔ کیونکہ وہ خدا کے ایک نبی اور خدا کا بڑا خوف دل میں رکھنے والے انسان تھے۔ دوسرے جب خدا اپنی طرف اس بات کو منسوب کرتا ہے۔ تب تو بالکل ہی غلط ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسے فریب تو کہہ نہیں سکتے۔ اب اس کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک یہ جب خدا کہتا ہے کہ کدنا لیوسف تو پانی پینے کا برتن جان کر اُنھوں نے نہیں رکھا تھا بلکہ یوں ہی رکھ کر بھول گئے تھے۔ خدا نے بھلا دیا تھا۔ اور بورے میں بندھ گیا۔ صواع الملک کیوں کہا گیا۔ اس لئے کہ (۱) ملک کا لفظ بادشاہ کے علاوہ امرا اور وزراء پر بھی بولا جاتا تھا۔ اگر ان کا اپنا برتن تھا۔ تو بھی اسے صواع الملک کہا جا سکتا ہے۔ (۲) یہ کہ چونکہ وہ شاہی کام کر رہے تھے اس لئے اس وقت شاہی برتن ہی میں پانی پیا۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ صواع ماپنے کے پیمانہ کو کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے خدا نے یہ بتایا ہے۔ کہ یوسف تو اپنے بھائی کو نہ رکھ سکا۔ حتیٰ کہ اسباب بھی باندھ دیا تھا۔ اور پانی پینے کے لئے اسے پیالہ بھی دیدیا۔ لیکن ہم نے اس کے لیئے تدبیر کی۔ کہ ماپنے کا آلہ جو غلطی سے اس کے بھائی کے اسباب میں بندھ گیا تھا۔ اور وہ شاہی تھا۔ اس کی جب ضرورت پڑی تو تلاش کی گئی۔ اور وہ اس کے بوجھ سے نکل آیا۔ اس پر اسے آلہ کی وجہ سے رکھ لیا گیا۔ نہ کہ پانی پینے والے برتن کی وجہ سے اسے روکا گیا۔ جو حضرت یوسف نے دیا تھا۔

(۱۵ جنوری ۱۹۱۸ء)

حضرت یوسف پر چوری کا الزام

جب حضرت یوسف کے بھائی کے اسباب سے صواع پکڑا گیا۔ تو ان کے سوتیلے بھائیوں نے کہا قَالُوْۤا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝ یہ تو چوروں میں سے ہی ہے۔ اس کے بھائی نے بھی چوری ہی کی تھی۔ اُنھوں نے یہ اس لئے کہا کہ اسے اپنے سے علیحدہ کریں۔ اور یہ ظاہر کریں۔ کہ اس کا بھائی بھی چور ہی تھا۔ یعنی اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کوئی غیر ہے۔

ہمارے وہ مفسرین جن کو اس بات کا شوق رہا ہے کہ اگر شیطان کا قول بھی قرآن میں بیان ہوا ہے۔ تو اس کو بھی سچا ثابت کریں۔ انھوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ حضرت یوسف نے بچپن میں کوئی چوری کی تھی۔ اس لئے ان کے متعلق کہا گیا ہے۔ کہ چور تھے۔ لیکن اس کے متعلق سوال یہ ہے۔ کہ اگر اُنھوں نے اس عمر میں چوری کی جبکہ چوری کرنے کو بُرا فعل سمجھنے کے قابل نہ تھے۔ یعنی بہت چھوٹی عمر کے تھے۔ تو وہ چوری نہیں کہلا سکتی۔ اور اگر اُنھوں نے بڑی عمر میں چوری کی۔ تو وہ چور ہو گئے۔ اور یہ ایک ان پر ایسا الزام آیا کہ جو ان کی شان نبوت کے بالکل خلاف ہے۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ اُنھوں نے چوری نہیں کی تھی۔ بلکہ ان کی پھوپھی نے یوں ہی ان کی طرف ایک چوری منسوب کر دی تھی۔ چنانچہ شاہ رفیع الدین بھی اپنے ترجمہ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ

"ان (یوسف) پر جو چوری کا طعن دیا وہ قصّہ یہ ہے کہ حضرت یوسف کو پھوپھی نے پالا۔ جب بڑے ہوئے تو باپ نے چاہا کہ اپنے پاس رکھیں۔ پھوپھی کو محبت تھی۔ چھپا کر ایک پٹکا اُن کی کمر سے باندھ دیا۔ پھر اس کو ڈھونڈھنے لگیں۔ لوگوں میں چرچا ہوا۔ آخر ان کی کمر سے نکلا۔ موافق اُس دین کے ایک برس پھوپھی کے پاس اور رہے۔"

اس قصہ کو اگر درست مان لیا جائے۔ تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ گویا ان کے خاندان میں ہی دھوکہ دہی پائی جاتی تھی۔ کہ خود چیز رکھ دیتے تھے۔ اور پھر چور بنا لیتے تھے۔ اسی لئے حضرت یوسف نے بھی اپنے بھائی کے ساتھ ایسا ہی کیا لیکن یہ سب باتیں غلط ہیں۔ دراصل اُنھوں نے حضرت یوسف کے بھائی سے اپنا کوئی تعلق ہونے سے انکار کرنے کے لئے یہ کہا ہے۔ اور حضرت یوسف پر یونہی الزام لگا دیا ہے۔

اس کے بعد بالکل اپنے قطع تعلق کا ثبوت دینا چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں:۔ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ اے عزیز اس کا ایک بڈھا باپ ہے۔ (گویا اس سے عزیز یہ سمجھے کہ جو شخص ان کا باپ ہے وہ اس کا نہیں۔ بلکہ اس کا باپ کوئی اور ہے۔) ہم میں سے اس کی بجائے ایک کو لے لو۔ اور اس کو جانے دو۔ ہم محسنوں میں سے تمھیں دیکھتے ہیں۔

تردید کفارہ

اس کے جواب میں حضرت یوسف نے کہا قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ○ کہ میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ اس شخص کے سوا جس سے میں نے اپنی چیز پائی ہے کسی اور کو پکڑ لوں۔ اگر ہم ایسا کریں تو ضرور ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔

یہ کفارہ کے رد میں ایک بہت بڑی دلیل ہے۔ یہ لوگ عیسائیوں کے بڑوں میں سے تھے۔ بھائی کہتے ہیں ہم کو لے لو۔ مگر حضرت یوسف کہتے ہیں۔ نہیں۔ ہم کسی کے بدلے کسی کو نہ لیں گے۔ چنانچہ بائیبل میں بھی آیا ہے۔ "کہ وہ (یوسف) بولا کہ خدا نہ کرے۔ کہ میں ایسا کروں۔ یہ شخص جس پاس سے پیالہ نکلا وہی میرا غلام ہوگا۔ اور تم اپنے باپ پاس سلامت جاؤ۔" (پیدائش باب ۴۴۔ آیت ۱۷)

پس اگر کسی کے لئے کوئی پکڑا جا سکتا تھا تو حضرت یوسف یہ کیوں کہتے ہیں۔ کہ خدا نہ کرے کہ میں ایسا کروں۔ یعنی وہ اس کو ظلم قرار دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عیسائی صاحبان کی اپنی کتاب بھی کفارہ کو رد کرتی ہے۔

دسواں رکوع

(۲۰۔ جنوری سنہ ۱۹۱۸ء)

حضرت یوسف کے بھائیوں کا اپنے باپ کے پاس جا کر بنیامین کے گرفتار ہونیکا ذکر کرنا

جب حضرت یوسف نے ان میں سے کسی کو رکھنے سے اور اپنے بھائی کو جانے دینے سے انکار کر دیا۔ تو ان میں سے جو بڑا تھا اس نے واپس جانے سے انکار کر دیا۔ اور باقیوں کو کہا اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ○ کہ تم اپنے باپ کے پاس واپس جاؤ۔ اور جا کر کہو اے ہمارے باپ تیرے بیٹے نے چوری کی۔ اور یہ ہم نے نہیں شہادت دی۔ مگر اس بات کی جو ہمیں معلوم ہوئی۔

یہاں بھی اُنھوں نے اپنے آپ کو الگ کر لیا ہے۔ کہتے ہیں اے ہمارے باپ تیرے بیٹے نے چوری کی۔ گویا ان کا اس سے کوئی تعلق ہی نہ تھا وما کنا للغیب حٰفظین اس کے تین معنی ہیں (۱) یہ کہ وہ کہتے ہیں۔ ہم نے اس کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا۔ اس لئے جہاں تک ہم سے ہو سکتا تھا۔ ہم نے اُس کو پورا کیا۔ لیکن کسی ایسے معاملہ کے متعلق ہم کیا کر سکتے تھے۔ جو ہمارے علم کے بغیر اور ہماری نظروں سے پوشیدہ ہوا۔ یعنی چوری جو اس نے کی ہے۔ وہ ہم سے پوشیدہ کی ہے۔ اس لئے وہ ہماری نگرانی سے باہر کی بات تھی۔ اور اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔

(۲) جو بات ہم کو معلوم ہوئی ہے۔ وہ بیان کر دی ہے کہ اس نے چوری کی اور پکڑا گیا۔ باقی یہ کہ جھوٹ موٹ کسی نے اس کے بوجھ میں مال داخل کر دیا تھا اور یونہی دھوکہ سے اسے گرفتار کر لیا۔ یہ پوشیدہ بات ہے اس کا ہمیں کوئی علم نہیں ہے۔

(۳) یہ کہ وہ اپنے عہد کی بریت کرتے ہیں کہ ہم نے جو قسم کھائی تھی اور عہد کیا تھا کہ اسے لے آئیں گے۔ سو ہم نے جن حالات کے ماتحت کیا تھا وہ انہی کے مطابق پورا کر دیا۔ لیکن پردہ غیب کی باتوں کا ہمیں کیا علم تھا۔ یہ بات تو غیب

میں تھی۔ وہ ظاہر ہو گئی۔ اس کے متعلق ہم کیا کر سکتے ہیں۔

پھر کہتے ہیں وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ط وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝ اس بستی سے یعنی اہل بستی سے پوچھ لیجیے۔ جس میں ہم تھے۔ یا اس قافلہ سے پوچھ لیجیے۔ جس کے ساتھ ہم آئے ان سے اس بات کی شہادت لے لیجیے کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہی درست ہے۔ اور ہم سچے ہیں۔

حضرت یعقوب کا ان کو ڈانٹنا۔

یہ سن کر حضرت یعقوب نے انھیں کہا۔ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ط فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ط عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ط اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ کہا تمھاری جانوں نے ایک بات بنائی ہے۔ (۲) تمھارے نفسوں نے تمھیں خوبصورت کر کے ایک بات دکھا دی ہے میرا تو یہ حال ہے کہ صبر ہی کرتا ہوں۔ اور یہی اچھا ہے۔ قریب ہے کہ اللہ ان دونوں (حضرت یوسف اور ان کے بھائی) کو مجھ سے ملا دے۔ بیشک وہی ہر بات کا جاننے والا۔ اور حکمت والا ہے۔

حضرت یعقوب نے انھیں بل سولت لکم انفسکم کہا ہے۔ یعنی یہ کہ تمھارے نفسوں نے یہ ایک بات بنائی ہے۔ حالانکہ جو کچھ انھوں نے کہا وہ بات انھوں نے یونہی نہیں بنائی تھی۔ بلکہ گو بنیامین نے چوری نہیں کی تھی تاہم جو واقعہ انھیں معلوم ہوا تھا وہی انھوں نے آکر سنایا تھا۔ اور اس میں اپنی طرف سے کوئی بات نہ ملائی تھی۔ پھر ان کو کیوں کہا گیا کہ تمھارے نفسوں نے یہ بات بنائی ہے۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ انھوں نے سمجھا کہ جس طرح یوسف کے متعلق انھوں نے بات بنائی تھی۔ کہ اسے بھیڑیا کھا گیا ہے۔ اسی طرح اب بھی بنائی ہے دوسرے انھیں یقین تھا کہ بنیامین نے ہرگز چوری نہیں کی ہو گی۔ اس لئے اس طرح کہا۔ چنانچہ حضرت یعقوب نے یہ نہیں کہا کہ تم نے یہ بات بنائی ہے بلکہ یہ کہا کہ تمھارے نفسوں نے خوبصورت بنا کر ایک بات تمھیں دکھائی ہے۔ یعنی تمھارے نفسوں میں چونکہ اس کے متعلق عداوت اور دشمنی تھی۔ اس لئے جب اس پر الزام لگا تو تم خوش ہوئے اور تمھیں بُرا نہ لگا۔ اور تم نے کچھ تحقیقات نہ کی۔ اور فوراً مان لیا۔ کہ واقعی اس نے چوری کی۔ واقعہ میں انھوں نے ایسا ہی کیا۔ ورنہ اگر وہ اس الزام پر جرح کرتے تو فوراً وہ دور ہو سکتا تھا۔ وہ کہہ سکتے تھے کہ اس نے تو اسباب باندھا ہی نہیں۔ تمھارے آدمیوں نے باندھا ہے۔ پھر یہ کس طرح چور ہو سکتا ہے۔ یہ بات بائیبل سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ اسباب باندھنے والے حضرت یوسف کے نوکر تھے۔ چنانچہ پیدائش باب ۴۴ میں لکھا ہے کہ اور اس (یوسف) نے اپنے گھر کے داروغہ کو یہ حکم کیا کہ ان آدمیوں کے بوروں کو غلہ سے جتنا کہ وہ لیجا سکیں بھر اور ہر شخص کی نقدی اس کے بورے کے اندر ڈال دے۔ اور قرآن کریم بھی اسی کی تصدیق کرتا ہے۔ کیونکہ پہلی دفعہ انھیں اپنی نقدی کے واپس کئے جانے کا اُس وقت علم ہوا۔ جب کہ انھوں نے گھر جا کر اپنے بوجھوں کو کھولا۔ لیکن اگر وہ خود اسباب باندھتے۔ تو پھر ایسا نہ ہوتا۔ تو یہ ان کا ایک ایسا زبردست اور مضبوط عذر تھا کہ جو کسی طرح نہیں توڑا جا سکتا تھا۔

پھر وہ یہ کہہ سکتے تھے۔ کہ پہلے بھی تم نے ہمارے بوجھوں میں روپے رکھ دئے تھے جس کا ہمیں کچھ علم نہ تھا۔ اب بھی تم نے ہی رکھ دیا ہو گا۔ لیکن انھوں نے اس طرف ذرا بھی توجہ نہ کی۔ اور جھٹ الزام کو مان لیا۔ اور صرف مان ہی نہ لیا۔ بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ اس کا بھائی بھی ایسا ہی تھا۔ ایسے موقعہ پر تو ایک غیر بھی کہہ سکتا تھا کہ یہ ایک جھوٹا الزام ہے۔ لیکن انھوں نے بھائی ہو کر توجہ نہ کی اور صفائی نہ پیش کی۔ اسی بات پر حضرت یعقوب نے انھیں ڈانٹا۔

حضرت یعقوب کا حزن

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ۝ حضرت یعقوب نے ان کو ڈانٹ کر ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور کہا ہائے افسوس یوسف پر اور حزن کی وجہ سے اس کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ مگر وہ غم کو پی گیا۔ ابیضت عینٰہ کے لوگوں نے یہ معنی کئے ہیں کہ وہ اندھے ہو گئے تھے۔ لیکن دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں سنا گیا۔ جس کو سنایا جائے کہ تمھارا بیٹا گرفتار ہو گیا تو وہ سنتے ہی اندھا ہو گیا ہو۔ اس لئے یہ معنی نہیں ہو سکتے۔ دراصل اس کے صحیح معنی وہی ہیں۔ جو ابن عباس نے کئے ہیں۔ کہ آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔

یہاں سوال ہوتا ہے۔ کہ ایک طرف تو خدا تعالیٰ مومنوں کے متعلق فرماتا ہے لاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔ اور یہاں آیا ہے۔ کہ حضرت یعقوب کی حزن سے آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ اس کا کیا مطلب ہے۔ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ ایسا حزن جو بے اطمینانی پیدا کرنے والا ہو۔ وہ نبیوں اور مومنوں کو نہیں آتا۔ ہاں قدرتی جذبات کے ذریعہ غم کو محسوس کرنا یہ نامناسب نہیں۔ بلکہ ضروری ہے۔ اور جس انسان کے اندر یہ نہ ہو۔ وہ سنگ دل اور جذبات انسانی سے خالی ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ جو کسی پیاری چیز کے متعلق اس خیال پر کہ ضائع ہو جائیگی۔ گھبراہٹ پیدا ہو۔ یا کسی مصیبت یا تکلیف کے وقت ہو اور جس سے قوت عملی ضائع ہو جائے۔ نبیوں اور مومنوں کو نہیں ہوتا۔ ہاں خدا تعالیٰ کی شان کا خوف یا لوگوں کی بدکاریوں سے عذاب کے آنے سے ڈر ہی غم کہ دنیا پر تباہی نہ آئے۔ یہ انبیاء کی عین شان ہوتی ہے۔ انھوں نے کہا قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ۝ خدا کی قسم تو یوسف کو یاد ہی کرتا رہیگا یہاں تک کہ تیرے جسم یا عقل میں فتور نہ واقع ہو جائے۔ یا تو ہلاک ہونے والوں سے ہو جائے۔

حرضًا کے معنی ہیں کہ جسم یا عقل میں نقص یا کسی صدمہ سے فتور واقعہ ہو جائے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو لوگ ابیضت عینٰہ کے یہ معنی کرتے ہیں کہ حضرت یعقوب اندھے ہو گئے تھے۔ وہ درست نہیں۔ کیونکہ وہ ابھی خطرہ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ تمھیں کوئی ایسا صدمہ نہ پہنچ جائے۔ کیونکہ کہتے ہیں کہ جب تجھے کوئی ایسا حادثہ پیش آئیگا۔ تب ہی تو یوسف کو یاد کرنے سے باز آئیگا

حضرت یعقوب کا اپنے بیٹوں کو یوسف اور اسکے بھائی کا پتہ لگانے کیلئے بھیجنا

حضرت یعقوب نے انھیں کہا قَالَ اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَ اَخِیْهِ وَلَا تَایْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ ؕ اِنَّهٗ لَا یَایْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ ۝ کہ تمھیں کہا ہے۔ میں اپنی بے قراری اور غم کی شکایت اللہ کے حضور کرتا ہوں۔ اور میں خدا کی طرف سے جو کچھ جانتا ہوں سو تم نہیں جانتے۔ تم جاؤ اور جاکر یوسف اور اس کے بھائی کا پتہ لگاؤ۔ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا کافروں کا کام ہے

انھیں بھیجا تو گیا تھا اس لئے کہ یوسف اور اس کے بھائی کا پتہ لگائیں لیکن معلوم ہوتا ہے ان کے دلوں میں ان دونوں بھائیوں کی طرف سے کوئی ایسا بغض اور کینہ بیٹھا ہوا تھا کہ باوجود اپنے والد کی ایسی حالت ہونیکے جس کام کیلئے انھیں بھیجا گیا تھا ذکر تک نہیں کرتے۔ اور جاکر کہتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَیْهِ قَالُوْا یٰٓاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْکَیْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَیْنَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ ۝

اے عزیز ہم اور ہمارے اہل بھوکوں مر رہے ہیں اور ہم حقیر سی پونجی تمھارے پاس لائے ہیں تم ہماری پونجی کا خیال نہ کیجئے ہمیں پورا بوجھ دیجئے۔ اور اس کے علاوہ ہمیں صدقہ بھی دیجئے۔ بیشک اللہ صدقہ دینے والوں کو اس کا بدلہ دیتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے حضرت یوسف کو اپنے باپ کی حالت کا احساس ہو گیا تھا اس لئے انھوں نے ان کی بات کا تو کوئی جواب نہیں دیا اور اپنے آپ کو زیادہ دیر تک پوشیدہ رکھنا مناسب نہ سمجھ کر خود ہی اصل بات یوں شروع کردی کہ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِیُوْسُفَ وَ اَخِیْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ۝ کیا تمھیں معلوم ہے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ جب تم جاہل تھے۔

یہ سنکر انھیں شک سا پڑ گیا کہ یہی تو یوسف نہیں ہے۔ کیونکہ یوسف کے ساتھ جو انھوں نے سلوک کیا تھا۔ وہ ان کے اور یوسف کے سوا اور کسی کو معلوم نہ تھا اس پر وہ بے اختیار ہو کر بول اٹھے۔ قَالُوْٓا ءَاِنَّکَ لَاَنْتَ یُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا یُوْسُفُ وَ هٰذَآ اَخِیْ ۫ قَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَیْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ یَّتَّقِ وَ یَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ کیا تو ہی یوسف ہے انھوں نے کہا۔ ہاں میں ہی یوسف ہوں۔ اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر احسان کیا ہے۔ کہ اس رتبہ پر پہنچایا۔ اور بھائیوں کو ایک دوسرے سے ملایا ہے۔ اور جو کوئی تقویٰ اور صبر کرے اللہ اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتا ہے۔ کیونکہ وہ احسان کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

جب ان پر یہ حقیقت منکشف ہوئی تو انھوں نے اپنے قصور کا اعتراف کرلیا جس پر حضرت یوسف نے انھیں معاف کر دیا۔ اور کہا یہ میری قمیص لیجاؤ اور میرے باپ کے سامنے جاکر رکھدو۔ اس سے وہ حقیقت سمجھ جائیگا۔ اور پھر تم سب اپنے اہل و عیال سمیت میرے پاس آجانا۔

گیارہواں رکوع

(۲۳- جنوری ۱۹۱۸ء)

ریح یوسف کا مطلب

جب حضرت یوسف کی قمیص لیکر وہ قافلہ بار سے روانہ ہوا۔ تو حضرت یعقوب نے کہا اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ کہ اگر تم مجھے بہکا ہوا نہ کہو بلکہ میری بات پر یقین کرو۔ تو میں تمھیں بتاتا ہوں کہ مجھے تو یوسف کی بو آرہی ہے۔ لاجد ریح یوسف کے دو معنی ہیں (۱) یہ کہ مجھے یوسف کے ملنے کے آثار نظر آرہے ہیں۔ یہ ایک اسی طرح کا محاورہ ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ کامیابی کی ہوائیں چل پڑیں۔ یا یہ کہ فلاں سے نفاق کی بو آتی ہے۔ یا دشمنی کی بو آتی ہے اسی طرح یہ ہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ مجھے یوسف کی وجہ سے خوشی حاصل ہو رہی ہے۔ اگر تم میری عقل پر الزام نہ لگاؤ۔

ضللك القديم کا مطلب

انھوں نے کہا۔ قَالُوْا تَاللّٰہِ اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ الْقَدِیْمِ کہ تو اسی پرانی محبت میں پڑا ہوا ہے۔ جو تجھے یوسف سے ہے۔ وہی محبت تجھے نئے نئے نظارے دکھاتی ہے۔ اور تو اس قسم کی باتیں کرتا ہے۔

فارتد بصیرا کا مطلب

حضرت یوسف نے اپنی قمیص کسی ایک کو ہی دی ہوگی۔ اور وہ بھاگا بھاگا آیا ہوگا۔ اس نے جب لاکر قمیص حضرت یوسف کے سامنے رکھی۔ تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ فارتد بصیرا۔ یعقوب کو ہم نے جس بات کا علم دیا ہوا تھا۔ اس کا اس نے مشاہدہ کر لیا۔ یعنی پہلے تو انھیں الہام کے ذریعے بتایا گیا تھا۔ کہ یوسف مارا نہیں گیا